پروفیسر عبدالعظیم جانبازؔ *

سائنسی علوم: ایک مؤثر ہتھیار

بنیادی دینی تعلیم ہر شخص کے لیے ضروری ہے، لیکن علوم دینیہ میں اختصاص، کمال اور مہارت ہر شخص کے لیے لازمی نہیں۔ اگر ہر شخص علم دین میں اختصاص پیدا کرنے لگے گا تو عصری علوم کے ماہرین کہاں سے آئیں گے جن کے بغیر دنیا میں قوت و طاقت اور عزت و اقتدار کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور نہ کوئی زندہ اور ترقی یافتہ قوم ان علوم کو نظر انداز کر سکتی ہے، انسان کے دوشِ ناتواں پر خلافت کا بارِ گراں ڈالا گیا ہے۔ خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے دنیا کے انتظام و انصرام اور ایجادات اور ہر ہنر کا جاننا ضروری ہے، اس لیے عصری علوم بھی دینی علوم ہیں۔

بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ آج ہم نے دینی اور دنیاوی علوم کے جدا جدا راستے بنا دیئے، حالانکہ یہ نظریہ اور تصور صریحاً قرآن کے خلاف ہے، قرآنِ پاک کی تقریباً 75 فی صد آیات کا تعلق نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، دیگر معاملات اور آخرت کے ساتھ ہے اور باقی 25 فی صد آیات کا تعلق براہِ راست سائنس و ٹیکنالوجی کے ساتھ ہے، تو پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ دنیاوی علوم ہیں اور زیادہ تر انہی آیات پر غور و فکر اور تدبر کی دعوت بھی دی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اشیاء کے اسماء کا علم سکھایا تھا، مفسرین نے لکھا ہے کہ اسماء سے مراد مسمیات یعنی اشیاء کے خواص ہیں اور اسی کا نام سائنس ہے، اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ وہ دنیا میں دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہیں، اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ دوسری قوموں کی جارحیت کا نشانہ نہ بنیں، اگر وہ چاہتے ہیں کہ زمانہ کا رولر انھیں پامال کرتا ہوا آگے نہ بڑھے، اگر وہ چاہتے ہیں کہ ایجادات و انکشافات میں ان کا بھی حصہ ہو، اگر وہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں ناقابلِ تسخیر قوم بن جائیں، تو جدید علوم میں دست گاہ اور مہارت حاصل کرنی ہو گی کہ اس کے بغیر طاقت اور ترقی کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا، اقبال کی یہ تعلیم بالکل درست ہے کہ

جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ

---

* سیالکوٹ Azeemjanbaz77@gmail.com

مسلمانوں نے اپنی پوری تاریخ میں وقت کے علوم کی تحصیل پر توجہ کی، بنو عباس کی حکومت کے زمانہ میں جب یونانی علوم کا ستارۂ اقبال بلند ہوا اور ان علوم کے ذریعہ عقیدہ اسلامی پر تاخت وتاراج شروع ہوئی تو مسلمان علماء اور بالخصوص امام غزالی نے ان جدید علوم کو داخل نصاب کیا اور انھیں اسلام کے دفاع کا ذریعہ بنایا۔ مسلمانوں نے ان علوم میں مہارت پیدا کر لی تھی، جس طرح یونانی علوم اسلامی علوم نہیں تھے، لیکن مسلمانوں نے ان کو سیکھا، اسی طرح مغربی علوم بھی اسلامی نہ سہی لیکن مسلمان ان جدید علوم میں پہلے ہراول دستہ کی حیثیت رکھتے تھے اور مسلمانوں ہی سے یورپ نے ان علوم کو حاصل کیا تھا، اب اگر مسلمان ان کو سیکھیں گے تو خود اپنی ہی گمشدہ میراث کو حاصل کریں گے، لیکن مسلمانوں نے اپنے دور تنزل میں علم کو جدید وقدیم اور دینی ودنیوی کے خانوں میں تقسیم کر دیا، اس تقسیم پر ان کو ایسا اصرار ہے جیسے یہ بھی کوئی شرعی تقسیم ہو اور منزل من اللہ ہو، جیسے ہر قدیم مقدس ہو اور ہر جدید مکروہ، اس خود ساختہ اور غلط تقسیم کا نتیجہ یہ ہے کہ مدارس دینیہ کے فضلاء اور عصری دانش گاہوں کے فارغین کے درمیان بیگانگی کے پردے حائل ہو گئے ہیں۔ ایک زمانہ کے تقاضوں سے ناواقف اور طاقت کے سرچشمہ سے بے خبر اور دوسرا احکام دین سے ناآشنا اور ملت کے مسائل سے بیگانہ، ایک کے پاس وہ کشتی نہیں جو طوفانوں کا مقابلہ کر سکے، دوسرے کے پاس کشتی ہے لیکن ساحل نجات کا اسے علم نہیں۔

اب وقت آ گیا ہے کہ اس خلیج کو پاٹنے کی سنجیدہ کوشش شروع کی جائے، دینی تعلیم کے جو مدارس ہیں ان میں جدید علوم اس حد تک ضرور داخل کیے جائیں کہ مدارس عربیہ کا فارغ التحصیل زمانہ کے تقاضوں کو سمجھ سکے اور صحیح رہبری کر سکے، اسی طرح مسلمانوں کے عصری تعلیم کے اداروں میں دینی تعلیم اتنی ضرور دی جائے کہ طالب علم کو حلال وحرام کا فرق معلوم ہو اور وہ اپنے اِسلامی تشخص کے بارے میں غیرت مند اور باحمیت ہو۔

حالاتِ حاضرہ کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی شکست اور ہزیمت کا اور دوسری قوموں کی فتح مندی کا بنیادی سبب مسلمانوں کا صنعت اور ٹیکنالوجی میں پیچھے رہ جانا ہے، مسلمان اپنی علمی اور صنعتی پسماندگی کی وجہ سے دوسری قوموں کی جارحیت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، قرآن اور سیرت کے مطالعہ سے ہمیں وقت کے علوم کے حصول کی صرف نصیحت نہیں بلکہ تاکید اور تلقین بھی ملتی ہے، لیکن ہمارا دین کا مطالعہ اتنا ناقص اور نقطۂ نظر اتنا محدود ہے کہ ہم نے صرف مسجدوں میں نماز کی ادائیگی کو ہی دین سمجھ لیا ہے، بلاشبہ مسجدوں میں نماز کی ادائیگی ضروری ہے،

روزہ، زکوٰۃ اور حج اِسلامی فرائض ہیں، لیکن دفاع کے لیے قرآن میں جہاد اور بلند ترین معیار کی اسلحہ سازی (جدید ٹیکنالوجی) کے احکامات بھی موجود ہیں جن کا تذکرہ کبھی کسی واعظ کی زبان پر نہیں آتا ہے، مسلمان حکومتوں کیلئے ان پر عمل فرض ہے، افسوس ہے کہ خلیجی ممالک نے سیال سونے کے سمندر سے مالا مال ہونے کے بعد بھی قرآن کے حکم کو پامال کیا اور پوری قوم کو صارفین کی قوم بنا دیا، حالانکہ اس بے پناہ دولت سے صنعتی انقلاب آ سکتا تھا، مسلم اور غیر مسلم ممالک میں ایسے حق پرست اور بے باک علمائے دین نہیں جو جرأت اور استقامت کے ساتھ شہنشاہوں کا گریبان پکڑ سکیں اور ان کی غلطی پر ٹوک سکیں، قرآن اور حدیث کی ایسی تعلیم کا کیا فائدہ جو انسان کو حق گو اور حق پرست نہ بنا سکے۔

جہاد کے صحیح تصور کو سامنے لانے کی ضرورت ہے، فضائل نماز اور فضائل ذکر کی طرح فضائل جہاد اور فضائل عصری تعلیم و جدید ٹیکنالوجی بھی مرتب اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ جدید اسلحہ سازی اور اعلیٰ درجہ کی ٹیکنالوجی کے حصول کو دینی ضرورت اور شرعی حکم سمجھا جائے تاکہ مسلم حکومتیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، تاکہ مسلمان دنیا میں طاقتور ہوں، تاکہ دوسری قومیں مسلمانوں کو روند نہ ڈالیں، مسلمان ممالک کو پامال اور شکستہ حال نہ کر ڈالیں، علم کی غلط طور پر دینی اور دنیوی تقسیم کی بیخ کنی کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ جدید علوم وفنون، صنعت وحرفت اور ٹیکنالوجی کا حصول بھی دینی کام ہے کہ اس کے بغیر مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال نہیں ہو سکتی ہے، مسلمان اگر عظمت کی بازآفرینی کے لیے جدید علوم میں امامت کا مقام حاصل کریں گے تو وہ عنداللہ بھی ماجور ہوں گے اور دنیا میں بھی معزز ہوں گے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت مسلمانوں کے لیے ضروری ہے، سائنس اس کائنات کے بارے میں اکتساب علم کا نام ہے اور اس علم اور تجربہ کو عملی لباس پہنانا ٹیکنالوجی ہے، قرآنِ مجید میں نظام کائنات پر غور وفکر اور تدبر کرنے اور آفاق وانفس کا مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے، یہی سائنس کا مفہوم ہے، قرآنِ مجید میں طاقت اور بلند معیار کی اسلحہ سازی کا حکم ہے اور یہ چیز ٹیکنالوجی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی ہے، یہ سمجھ لینا کہ جدید تعلیم محض دنیاوی چیزیں ہیں اور اِسلام سے ان کا رابطہ وتعلق نہیں، انتہائی غلط تصور ہے۔

اِسلام کے جامع نظام کو ذہن نشین کرنے اور کروانے کی ضرورت ہے، یہ بات ہمیشہ مستحضر رکھنے کی ہے کہ اسلام کا مقصد دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں کو بہتر بنانا ہے، جب تک یہ چیز حاصل نہیں ہوگی دین کا تصور محدود ہوگا اور مسلمان کبھی اس دنیا میں سربلند اور باعزت نہیں ہوسکیں گے،

ایک اچھے صاحب ایمان اور صاحب اخلاق انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کے لیے جدید علوم وفنون سے لیس ہونا بھی ضروری ہے۔ حدیث میں حکمت اور علم کو مسلمانوں کی گمشدہ میراث قرار دیا گیا اور اس پر مسلمان کا استحقاق دوسروں سے بہت زیادہ ہے۔ عبادت اور خلافت دونوں کے تقاضوں کو ہم آہنگ اور باہم مربوط کرنا ایک مسلمان رہبر عالم دین کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اور جو عالم دین اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا اس کی رہبری خام اور ناتمام ہے، اس کی فکر ناقص اور نامکمل ہے، ایمان اور علم جدید کی اس جامعیت کے بغیر اور روحانی ومادی طاقت کے امتزاج کے بغیر مسلمان ذہنی کمال، قوت اختراع اور عزت وشوکت سے محروم رہیں گے، دینی کام کرنے والی شخصیتیں اور جماعتیں جس قدر جلد اس حقیقت کو سمجھ لیں اتنا ہی ان کے حق میں اور تمام مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے۔ مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں ہمیشہ روحانی اور مادی دونوں طاقتوں کو بہم کیا اور پھر مسبب الاسباب پر بھروسہ کیا، لیکن اسباب کا کبھی انکار نہیں کیا، کیونکہ یہ اسباب بھی مسبب الاسباب کے پیدا کردہ ہیں اور ان کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تقریروں میں اسباب کی نفی کرنا اور خوارقِ عادات اور کرامات کے قصے سنانا، مچھروں کو چھاننا اور اونٹ کو نگل جانا امت کی ہمالیائی غلطیوں سے بے خبر رہنا اور داڑھیوں کا طول وعرض ناپنا، مثبت اور تعمیری انداز فکر نہیں ہے، یہ سب بے عقلی، بے عملی، بے خبری، تعطل اور خواب غفلت کا وہ انجکشن ہے جس سے مسلمان اور بھی زیادہ تنزل کا شکار ہوتے چلے جائیں گے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب مسلمانوں نے آفاق وانفس پر غور وفکر کے نتیجہ میں سائنس کو اپنی دسترس میں کرلیا تو سائنسی علوم خدمت خلق کا ذریعہ بنے اور ان سے فلاح وبہبود کا کام لیا گیا اور سائنس اور خدا پرستی میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہوا، لیکن جب سائنس پر یورپ کی قوموں کا قبضہ ہوا تو انھوں نے سائنس کو الحاد اور بے دینی کے فروغ کا ذریعہ بنالیا اور نئی دریافتیں دنیا میں شروفساد کے پھیلانے کا ذریعہ اور وسیلہ بن گئیں، اقبال کی آواز فضا میں اب بھی گونج رہی ہے۔

علم ہمہ ویرانہ ز چنگیزی افرنگ
معمارِ حرم، باز بہ تعمیرِ جہاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

(فرنگیوں کی چنگیزی سے پوری دنیا ویران ہے، حرم کے معمارو، دنیا کی تعمیر کے لیے دوبارہ اٹھو، گہری نیند، گہری نیند، گہری نیند سے اٹھو)۔